AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حدیثِ جبریل اور جدید دنیا: قیامت کی نشانیاں اور عالمی سماجی تغیرات، ایک تجزیاتی مطالعہ

Hadith Jibreel and the Modern World: Signs of the Last Hour and Global Societal Transformations – An Analytical Study

Muhammad Akhlaq
Ph.D. Research Scholar, Faculty of Arabic & Islamic Studies, Mohi-ud-Din Islamic University (MIU), Nerian Sharif , Azad Kashmir.
Dr. Abdul Hameed Khan Abbasi
Dean Faculty of Arabic & Islamic Studies, Mohi-ud-Din Islamic University (MIU), Nerian Sharif , Azad Kashmir.

Abstract
The Hadith of Gabriel is not only a foundational text in Islamic teachings but also a source of profound insights into the future of human civilization. Among its remarkable prophecies, two signs of the Last Hour stand out: "the slave woman will give birth to her master" and "barefoot, naked shepherds will compete in constructing tall buildings." These statements, seemingly metaphorical at the time, appear to resonate strongly with contemporary societal and economic transformations. This study examines the modern interpretations of these signs, linking them to shifting social hierarchies, economic power shifts, and the rise of global urbanization. By analyzing historical and present-day developments, this research aims to demonstrate the relevance of the Hadith of Gabriel in understanding the structural changes in the modern world. It highlights how prophetic wisdom remains timeless, offering valuable perspectives on the evolution of human society.
Keywords: *Hadith of Gabriel, Signs of the Last Hour, Social Change, Economic Transformations, Urbanization, Prophetic Wisdom, Islamic Eschatology, Contemporary Relevance, Structural Shifts.*

تعارف موضوع

انسانی تاریخ میں کچھ ایسے لمحات آتے ہیں جب کسی ایک قول یا واقعے کی معنویت وقت گزرنے کے ساتھ مزید گہری ہوتی چلی جاتی ہے۔ حدیث جبریل علیہ السلام انھی میں سے ایک ہے، جو نہ صرف دینِ اسلام کی اساسات کو واضح کرتی ہے بلکہ مستقبل کے حوالے سے بھی گہرے اشارات پر مشتمل ہے۔ اس حدیث میں اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کی نشانیوں کو بیان کیا گیا ہے، جو اسلامی عقائد اور عملی زندگی کے بنیادی پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس تحقیق میں ہم حدیث کے آخری حصے، یعنی قیامت کی نشانیوں پر توجہ مرکوز کریں گے اور ان کی عصری معنویت کا جائزہ لیں گے۔ خاص طور پر، دو نشانیوں" لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی "اور" ننگے بدن والے ،چرواہے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کریں گے "کا جدید دنیا کے تناظر میں تجزیہ کیا جائے گا۔ جدید معاشرتی، اقتصادی، اور تہذیبی تبدیلیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ تحقیق اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کرے گی کہ ان علامات کا مفہوم آج کے دور میں کس طرح ظاہر ہو رہا ہے اور ان کا تعلق جدید سماجی و معاشی نظام سے کس طرح جڑتا ہے۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

حدیث جبریل کا تعارف و اہمیت

حدیث جبریل وہ مشہور حدیث ہے جس میں حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اسلام، ایمان، احسان اور قیامت کی نشانیوں کے بارے میں سوالات کیے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے ہر سوال کا مفصل جواب عطا فرمایا، اور آخر میں آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو بتایا کہ یہ حضرت جبریل تھے، جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔ اسی لیے اس حدیث کو حدیث جبریل کہا جاتا ہے۔

شارحین حدیث نے حدیث جبریل کو ام السنۃ، ام الاحادیث اور دینِ اسلام کی اساس قرار دیا ہے۔ چند شارحین کے اقوال درج ذیل ہیں:

علامہ ابن رجب حنبلی کے نزدیک:

إنه يصلح أن يسمى " أم السنة " لرجوعها كلها إليه كما تسمى الفاتحة " أم الكتاب " و" أم القرآن " لمرجعه إليها.[1]

"یہ حدیث اس قابل ہے کہ اسے' ام السنہ 'کہا جائے، کیونکہ تمام احادیث اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں، جیسے سورہ فاتحہ کو' ام الکتاب 'اور' ام القرآن 'کہا جاتا ہے، کیونکہ سارا قرآن اس کی طرف رجوع کرتا ہے۔"

علامہ قرطبی کے نزدیک:

قال القرطبي هذا الحديث يصلح أن يقال له أم السنة لما تضمنه من جمل علم السنة.[2]

یہ حدیث اس قابل ہے کہ اسے' ام السنہ 'کہا جائے، کیونکہ اس میں علومِ سنت کے جامع اصول موجود ہیں۔"

علامہ قاضی عیاض کے نزدیک:

وقال القاضي عياض اشتمل هذا الحديث على جميع وظائف العبادات الظاهرة والباطنة من عقود الإيمان ابتداء وحالا ومآلا ومن أعمال الجوارح ومن إخلاص السرائر والتحفظ من آفات الأعمال حتى أن علوم الشريعة كلها راجعة إليه ومتشعبة منه.[3]

"یہ حدیث تمام ظاہری اور باطنی عبادات کو شامل ہے، جن میں ایمان کے بنیادی عقائد، اس کے آغاز، حالت اور انجام کا ذکر ہے، اسی طرح اعضا کے اعمال، باطنی اخلاص، اور اعمال کو خراب کرنے والی آفات سے بچاؤ کے اصول بھی اس میں موجود ہیں۔ یہاں تک کہ تمام علومِ شریعت اسی حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اسی سے فروغ پاتے ہیں۔"

---

[1] . ابن رجب، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد البغدادي، الحنبلي (المتوفى: 795ه)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: مكتبة الغرباء الأثرية ،المدينة النبوية، 1\222

[2] . العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل الشافعي(المتوفى: 852ه)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة بيروت،1\125

[3] . العينى، أبو محمد محمود بن أحمد الغيتابى الحنفى بدر الدين (المتوفى: 855ه)،عمدة القاري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار إحياء التراث العربي بيروت، 1\291

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مضامین حدیث جبریل

حدیث جبریل میں دینِ اسلام کے بنیادی مضامین کو انتہائی جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے ایمان، اسلام، احسان، قیامت اور اس کی نشانیوں کے بارے میں سوالات کیے، اور آپ ﷺ نے ان کے تفصیلی جوابات عطا فرمائے۔

ایمان

حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا:أَخْبِرْنِي عَنِ الإِيمَانِ "مجھے ایمان کے بارے میں بتایئے؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا:أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ، وَمَلاَئِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ".ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، آخرت کے دن پر، اوراچھی وبری تقدیر پر ایمان لاؤ۔

اسلام

حضرت جبریل علیہ السلام نے پھر سوال کیا:أَخْبِرْنِي عَنِ الإِسْلاَمِ "مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے؟رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:الإِسْلاَمُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَتُقِيمَ الصَّلاَةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُومَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلاً".اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، اور اگر استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

احسان

حضرت جبریل علیہ السلام نے پوچھا:أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ "مجھے احسان کے بارے میں بتایئے؟نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ".احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اسے نہیں دیکھ سکتے تو(کم از کم یہ یقین رکھو کہ)وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

قیامت

حضرت جبریل علیہ السلام نے سوال کیا:فَأَخْبِرْنِي عَنِ السَّاعَةِ "مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے؟نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ".جس سے سوال کیا جا رہا ہے، وہ سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

قیامت کی نشانیاں

پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَارَاتِهَا"مجھے اس کی نشانیاں بتایئے؟آپ ﷺ نے فرمایا:أَنْ تَلِدَ الأَمَةُ رَبَّتَهَا، وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ[4]".قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی، اور تم دیکھو گے کہ ننگے بدن، ننگے پاؤں، محتاج، بکریاں چرانے والے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔

علاماتِ قیامت کی معنویت

[4] . النيسابوري، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري (المتوفى: 261ھ)، الصحيح ، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بيروت، كتا ب الإيمان،باب معرفة الإيمان، والإسلام، والقدر وعلامة الساعة، رقم الحديث: 01

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

احادیثِ مبارکہ میں قیامت کی بے شمار نشانیاں بیان ہوئی ہیں، جن میں بعض کو علاماتِ صغریٰ اور بعض کو علاماتِ کبریٰ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ کچھ نشانیاں عمومی نوعیت کی ہیں، جو ہر دور میں کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہوتی رہی ہیں، جبکہ بعض مخصوص نشانیاں قربِ قیامت میں ظاہر ہوں گی۔ یہ علامات دراصل ہمیں زمانے کے بدلتے ہوئے حالات، انسانی رویوں میں آنے والی تبدیلیوں اور معاشرتی بگاڑ کے بارے میں آگاہ کرتی ہیں تاکہ ہم اپنے ایمان کو محفوظ رکھ سکیں اور آنے والے فتنے اور آزمائشوں کو سمجھ کر ان سے بچنے کی کوشش کریں۔ قیامت کی یہ نشانیاں درحقیقت ایک تنبیہ اور نصیحت ہیں، جو انسان کو غفلت سے بیدار کرتی ہیں اور اصلاحِ احوال کی دعوت دیتی ہیں۔

حدیثِ جبریل میں بھی قیامت کی دو نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جنہیں ہم ذیل میں ذکر کریں گے۔

حدیث جبریل میں مذکور پہلی علامتِ قیامت

حدیث جبریل میں نبی کریم ﷺ نے قیامت کی دونمایاں علامات کو نہایت جامع اور حکمت سے بھرپور الفاظ میں بیان فرمایا۔ ان میں سے ایک علامت یہ بیان کی گئی:

" وأن تلد الأمة ربتها "یعنی لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی۔

یہ فرمانِ نبوی اپنی وسعت میں کئی معانی اور گہرے مفاہیم کو سموئے ہوئے ہے، جنہیں محدثین نے مختلف جہات سے بیان کیا ہے۔ بعض نے اس کا ظاہری مفہوم مراد لیا کہ حقیقی طور پر لونڈی اپنے مالک کو جنم دے گی، جب کہ بعض نے اسے والدین کی نافرمانی کے بڑھتے ہوئے رجحان سے تعبیر کیا۔ کچھ شارحین نے خاص طور پر یہ ذکر کیا کہ زمانہ گزرنے کے ساتھ اولاد، بالخصوص بیٹیاں، اپنی ماؤں کی نافرمان ہو جائیں گی، جب کہ دیگر شارحین نے اس سے عمومی سماجی اور معاشرتی بگاڑ اور نظام کی ابتری کو مراد لیا ہے۔

ذیل میں شارحین حدیث کے چند منتخب اقوال پیش کیے جا رہے ہیں، تاکہ اس فرمانِ نبوی کی تشریح میں ان کے علمی و فکری زاویوں سے استفادہ کیا جا سکے۔

اخلاقی انحطاط اور فحاشی وبدکاری کا فروغ

نبی کریم ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی" وأن تلد الأمة ربتها "بیان فرمائی،جس کے کئی مفاہیم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب معاشرتی بگاڑ شدت اختیار کر جائے گا، تو نکاح جیسی پاکیزہ سنت کو ترک کر دیا جائے گا۔ اسی حقیقت کی طرف علامہ ابن رجب حنبلیؒ اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بل أراد بولادة الأمة ربها أنه يكثر عدول الناس عند النكاح إلى التسري فقط.[5]

"بلکہ 'لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی' کا مطلب یہ ہے کہ لوگ نکاح کو چھوڑ کر صرف لونڈیوں سے تعلق قائم کرنے کی طرف مائل ہو جائیں گے۔"

یہ درحقیقت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب زنا عام ہو جائے گا اور نکاح غیر ضروری سمجھا جانے لگے گا، تو یہ ایک سنگین اخلاقی زوال کی علامت ہوگی۔ نبی کریم ﷺ نے ایسی صورتِ حال سے خبردار کرتے ہوئے متعدد احادیث

[5] . ابن رجب، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد الدمشقي، الحنبلي (المتوفى: 795ه)، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: مكتبة الغرباء الأثرية - المدينة النبوية، 219\1

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

میں بدکاری کے عام ہونے کو قیامت کی بڑی نشانیوں میں شمار فرمایا ہے۔آج کے دور میں یہ پیشگوئی ایک عملی حقیقت بن چکی ہے، جہاں نکاح کو مشکل بنا دیا گیا ہے اور ناجائز تعلقات کو آزادی کے نام پر فروغ دیا جا رہا ہے۔ سوشل میڈیا، فحاشی کی صنعت اور مغربی نظریات نے اس رجحان کو مزید تقویت دی ہے۔

نسوانی بغاوت اور خاندانی انتشار

اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ بیٹیاں اپنی ماؤں کی نافرمان ہو جائیں گی، ان پر ایسا تسلط جمالیں گی جیسے کوئی مالکہ اپنی باندی پر حکمرانی کرتی ہے۔اسی حقیقت کی طرف علامہ محمد بن عبد الہادی سندھیؒ اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

(أن تلد الأمة ربتها) أي أن تحكم البنت على الأم من كثرة العقوق حكم السيدة على أمتها ولما كان العقوق في النساء أكثر خصت البنت والأمة بالذكر وقد ذكروا وجوها أخر في معناه منها ما رواه المصنف عن وكيع وهو إشارة إلى كثرة السبايا.[6]

حدیث "أن تلد الأمة ربتها" (باندی اپنی مالکہ کو جنم دے) کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ زمانہ ہے جب بیٹی اپنی ماں پر ایسا تسلط جمالے گی جیسے کوئی مالکہ اپنی باندی پر حکمرانی کرتی ہے۔یہ نافرمانی اور بدتمیزی کی انتہا کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور چونکہ عمومی طور پر خواتین میں والدین کی نافرمانی زیادہ دیکھی جاتی ہے، اسی لیے حدیث میں خاص طور پر بیٹی اور باندی کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ صورتِ حال عصرِ حاضر میں کھل کر سامنے آچکی ہے۔جدید تعلیم اور مغربی نظریات کے زیرِ اثر پرورش پانے والی بیٹیاں جب کالجز، یونیورسٹیز یا دیگر مقامات پر جاتی ہیں، تو وہ اپنی ماؤں کو دقیانوسی سمجھنے لگتی ہیں۔جب ماں انہیں نصیحت کرتی ہے، تو جواب ملتا ہے: "آپ کو کچھ معلوم نہیں!" خود کو عقلِ کُل سمجھنے والی یہ بیٹیاں "میرا جسم، میری مرضی" جیسے نظریات کو اپناتے ہوئے مشرقی اقدار اور خاندانی نظام کو پیروں تلے روند دیتی ہیں۔ نتیجتاً، وہ عزت و احترام کے رشتے جن پر خاندان کی بنیاد قائم تھی، انتشار کا شکار ہو جاتے ہیں، اور ماں جو کبھی شفقت و محبت کی علامت تھی، اپنی ہی اولاد کی نظر میں ایک فرسودہ رکاوٹ بن جاتی ہے۔

والدین کی نافرمانی اور خاندانی نظام کی تباہی

اس حدیث کا ایک مفہوم یہ ہے کہ اولاد والدین کی نافرمان ہو جائے گی اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے گی جیسے کوئی مالک اپنے غلام یا باندی کے ساتھ کرتا ہے۔اسی حقیقت کو علامہ ابو الحسن مبارک پوریؒ نے بیان کیا ہے:

(أن تلد الأمة ربتها) والأوجه عندنا ما قدمنا من أنه يكثر العقوق في الأولاد فيعامل الولد أمه معاملة السيد أمته من الإهانة بالسب والضرب والاستخدام، فأطلق عليها ربها مجازاً لذلك،[7]

حدیث "ان تلد الامة ربتها" کی مختلف تفسیریں پیش کی گئی ہیں، لیکن سب سے مناسب مفہوم یہی ہے کہ قیامت کے قریب اولاد کی نافرمانی بہت زیادہ ہو جائے گی۔ نتیجتاً، اولاد اپنی ماؤں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گی جیسے کوئی آقا اپنی باندی کے ساتھ کرتا ہے، یعنی ان کی بے عزتی، گالم گلوچ، مار پیٹ اور جبری خدمت لی جائے گی۔اسی مجازی معنی میں اولاد کو یہاں "رب" یعنی مالک کہا گیا ہے۔

---

[6] . السندي، محمد بن عبد الهادي التتوي، (المتوفى: 1138ه)، حاشية السندي على سنن ابن ماجه، الناشر: دار الجيل بيروت، 1\34
[7] .المباركفوري، أبو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام الرحماني (المتوفى: 1414ه)، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، الناشر: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء الجامعة السلفية بنارس الهند، 1\41.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

موجودہ دور کی صورتِ حال بھی ایسی ہی ہے۔ جدید طرزِ زندگی، مادہ پرستی اور آزادی کے مغربی تصورات نے نئی نسل کو والدین کے احترام سے بیگانہ کر دیا ہے۔ بچے والدین کو بوجھ سمجھنے لگے ہیں، ان کی خدمت کو احسان سمجھ کر کرتے ہیں، اور جب ان کی ضروریات پوری نہ ہوں تو ان کے ساتھ تلخ کلامی، بدتمیزی اور بعض اوقات تشدد تک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ گھروں میں بڑھتی ہوئی کشیدگی اور اولڈ ایج ہومز کی بڑھتی ہوئی تعداد اس تلخ حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ خاندانی نظام اپنی آخری حدوں تک کمزور ہو چکا ہے۔

اسلام کا غلبہ اور متزلزل سماجی نظام

حدیث جبریل میں مذکور "ان تلد الامة ربتها" کے محدثین نے کئی معانی بیان کیے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم مفہوم اسلام کے غلبے اور سماجی نظام کی زبوں حالی سے متعلق ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب کوئی تہذیب یا نظام اپنی انتہا کو پہنچتا ہے، تو اس کے ساتھ کئی سماجی تبدیلیاں بھی وقوع پذیر ہوتی ہیں۔اسلام کا دائرہ وسیع ہوگا، اس کی حکومت مضبوط ہوگی، اور اس کا اثر و رسوخ پوری دنیا میں پھیل جائے گا۔ تاہم، اس کے ساتھ ساتھ بعض معاشرتی پیچیدگیاں اور غیر متوقع تغیرات بھی سامنے آئیں گے۔امام خطابیؒ اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ:

> وقوله وأن تلد الأمة ربتها معناه أن يتسع الإسلام ويكثر السبي ويستولد الناس أمهات الأولاد فتكون ابنة الرجل من أمته في معنى السيدة لأمها إذ كانت مملوكة لأبيها، وملك الأب راجع في التقدير إلى الولد.[8]

> "اور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان 'اور جب باندی اپنی مالکہ کو جنم دے' کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام کا دائرہ وسیع ہو گا، غلاموں کی تعداد میں اضافہ ہو گا اور لوگ باندیوں سے اولاد حاصل کریں گے۔ اس طرح ایک شخص کی بیٹی، جو اس کی باندی سے پیدا ہوئی ہو، اپنی ماں کے لیے ایک طرح سے مالکہ کے درجے میں ہو گی، کیونکہ اس کی ماں اس کے والد کی ملکیت میں ہو گی، اور باپ کی ملکیت کا معاملہ بالآخر اولاد تک منتقل ہو سکتا ہے۔ ملا علی قاریؒ اس حدیث کے مفہوم کو مزید واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وذلك إشارة إلى قوة الدين، واستيلاء المسلمين، وهي من الأمارات؛ لأن بلوغ الغاية منذر بالتراجع والانحطاط المؤذن بقيام الساعة، أو إلى أن الأعزة تصير أذلة لأن الأم مربية للولد مدبرة أمره فإذا صار الولد ربها سيما إذا كان بنتا ينقلب الأمر كما أن القرينة الثانية على عكس ذلك، وهي أن الأذلة ينقلبون أعزة ملوك الأرض فيتلاءم المعطوفان، وهذا إخبار بتغير الزمان، وانقلاب أحوال الناس بحيث لا يشاهد قبله. الإشارة إلى كثرة عقوق الأولاد فيعامل الولد أمه معاملة السيد أمته من الخدمة وغيرها، وخص بولد الأمة لأن العقوق فيه أغلب.[9]

[8] . الخطابي، أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم بن الخطاب البستي (المتوفى: 388ه)، معالم السنن، الناشر: المطبعة العلمية حلب ، 322\4

[9] .القاري، ملا علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين (المتوفى: 1014ه)، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، الناشر: دار الفكر، بيروت لبنان، 50\1.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ حدیث اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلام اپنی پوری قوت اور غلبے کے ساتھ قائم ہو گا، اور مسلمانوں کو دنیا میں اقتدار حاصل ہو گا۔ لیکن یہ ایک ایسی نشانی بھی ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ جب کوئی چیز اپنی انتہا کو پہنچتی ہے تو اس کے زوال کا آغاز ہو جاتا ہے، اور یہ زوال قیامت کے قریب ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔

یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو لوگ باعزت اور صاحبِ اقتدار تھے، وہ ذلت اور کمزوری کا شکار ہو جائیں گے۔ چونکہ ماں ہی اولاد کی پرورش اور ان کے معاملات کی دیکھ بھال کرتی ہے، اس لیے جب بیٹا یا خاص طور پر بیٹی اپنی ماں کا حاکم بن جائے گی، تو حالات الٹ جائیں گے۔ دوسری طرف، وہ لوگ جو پہلے کمزور اور محکوم تھے، وہ طاقتور اور حکمران بن جائیں گے، جس سے یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط نظر آتی ہیں۔

یہ حدیث زمانے کے الٹ پلٹ ہونے اور انسانی رویوں میں ایسی بڑی تبدیلی کی خبر دیتی ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی تھی۔ خاص طور پر، یہ اولاد کی نافرمانی اور والدین کے ساتھ بدسلوکی کی کثرت کو ظاہر کرتی ہے، جہاں بیٹا یا بیٹی اپنی ماں کے ساتھ آقا اور غلام جیسا سلوک کرے گی، اس سے خدمت لی جائے گی، اس پر سختی کی جائے گی اور اسے نیچا دکھایا جائے گا۔ حدیث میں خاص طور پر باندی کی اولاد کا ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ایسے بچوں میں نافرمانی کا رجحان زیادہ پایا جاتا ہے۔

یہ سب وہ علامات ہیں جو قیامت کی نشانیوں کے طور پر نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں، اور جن کے اثرات آج کے دور میں نمایاں طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

معاشرتی نظام کا زوال اور اقدار کی پامالی

وقت (زمانہ) جس قدر آگے بڑھتا جائے گا، اس میں ایک غیر محسوس تبدیلی رونما ہوتی جائے گی، جو بتدریج معاشرتی اقدار کو تہس نہس کر دے گی۔ وہ اصول اور ضوابط، جن پر ایک مستحکم اور مہذب معاشرہ قائم ہوتا ہے، رفتہ رفتہ اپنی حیثیت کھو بیٹھیں گے۔

امام ابن حجرؒ اپنی معروف کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں:

> تدل على فساد الأحوال مستغربة ومحصله الإشارة إلى أن الساعة يقرب قيامها عند انعكاس الأمور بحيث يصير المربى مربيا والسافل عاليا وهو مناسب لقوله في العلامة الأخرى أن تصير الحفاة ملوك الأرض تنبيهان أحدهما[10]
>
> یہ عمومی فسادِ احوال کو ظاہر کرتا ہے۔ نیز، حدیث کے الفاظ اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ قیامت کے قریب ایک ایسی حالت پیدا ہو گی جو نہ صرف بگاڑ کی علامت ہو گی بلکہ عجیب اور غیر معمولی بھی سمجھی جائے گی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قیامت اس وقت قریب ہو گی جب معاملات بالکل الٹ جائیں گے، حتیٰ کہ جسے پالا گیا تھا، وہی پرورش کرنے والا بن جائے گا، اور جو کمتر حیثیت رکھتا تھا، وہی غالب آ جائے گا۔ یہ اس حدیث کے دوسری علامت ننگے پاؤں والے چرواہے زمین کے بادشاہ بن جائیں گے، کے بالکل مطابق ہے۔"

علامہ علی بن محمد الاثیوبی اس حدیث کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

[10] . العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل الشافعي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، الناشر: دار المعرفة بيروت، 1\1 23

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ومقصود هَذَا الْحَدِيث: الإخبارُ عن تبدل الحال، وتغيّره، بأن يستولي أهل البادية الذين هذه صفاتهم عَلَى أهل الحاضرة، ويتملكوا بالقهر والغلبة، فتكثر أموالهم، وتتسع فِي حُطام الدنيا آمالهم، فتنصرف هممهم إلى تشييد المباني، وهدم الدين، وشريف المعاني، وأن ذلك إذا وُجد، كَانَ منْ أشراط الساعة، ويؤيد هَذَا ما ذُكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قَالَ: "لا تقوم الساعة، حَتَّى يكون أسعد النَّاس بالدنيا لُكَع ابن لُكَع"، ومنه الْحَدِيث الآخر، ومنه: "إذا وُسِّد الأمر": أي أُسند "إلى غير أهله، فانتظروا الساعة"، وكلاهما فِي الصحيح، وَقَدْ شُوهد هَذَا كله عيانًا فِي هَذَا الزمان، فكان ذلك عَلَى صدق رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعلى قرب الساعة، حجةً، وبرهانًا.[11]

یہ حدیث ایک اہم پیشین گوئی پر مشتمل ہے، جس میں حالات کے بدلنے اور نظام کے الٹ پلٹ ہونے کی خبر دی گئی ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ ایسے لوگ، جو بادیہ نشین اور غیر متمدن ہوں، اقتدار حاصل کر لیں گے اور شہری علاقوں کے باسیوں پر غالب آ جائیں گے۔ وہ جبر اور طاقت کے ذریعے حکمرانی کریں گے، ان کے مال و دولت میں اضافہ ہو گا، اور دنیاوی فوائد کے حصول میں ان کی خواہشیں حد سے بڑھ جائیں گی۔ نتیجتاً، ان کی توجہ دین کے بجائے بلند و بالا عمارتیں تعمیر کرنے اور دنیاوی ترقی کی طرف مرکوز ہو جائے گی، جبکہ دینی اقدار اور اعلیٰ اخلاقی اصول پس پشت چلے جائیں گے۔

یہی وہ حالات ہیں جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اس مفہوم کی تائید نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب شخص وہ نہ ہو جو بدترین نسب اور کردار کا حامل ہو"۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ "جب معاملات نااہل لوگوں کے سپرد کر دیے جائیں، تو قیامت کا انتظار کرو"۔ یہ دونوں احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہیں۔

آج کے زمانے میں ان تمام باتوں کو حقیقت کا روپ دھارتے دیکھا جا سکتا ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی سچائی اور قیامت کے قریب ہونے کی واضح دلیل ہے۔

یہ پیشین گوئیاں صرف ماضی یا مستقبل کی باتیں نہیں، بلکہ ہم آج کے معاشرے میں انہی حالات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ دنیا بھر میں وہ اقوام جو کبھی کمزور اور بے اثر تھیں، آج طاقت و اقتدار پر قابض ہیں، اور ان کی تمام تر توجہ مادیت، ترقی اور تعمیرات پر ہے، جبکہ اخلاقی اقدار زوال کا شکار ہو چکی ہیں۔ روحانیت کی جگہ مادیت نے لے لی ہے، خاندانی نظام بکھرتا جا رہا ہے، اور وہ اصول و ضوابط جو کبھی معاشرے کی بنیاد تھے، آج قصہ پارینہ بن چکے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی بیان کردہ یہ نشانی، آج حقیقت کا روپ دھار چکی ہے۔

دوسری علامت

وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ.

حدیثِ جبریل میں بیان کردہ قیامت کی علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "ننگے بدن، ننگے جسم والے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔" یہ محض عمارتوں کے بلند ہونے کی خبر نہیں، بلکہ سماجی، سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کی طرف بھی اشارہ ہے۔ اس میں ایک ایسے تغیر کی پیش گوئی ہے جس میں پسماندہ اور نادار سمجھے جانے والے افراد نہ صرف صاحبِ حیثیت بن

[11] . الإثيوبي، محمد بن علي بن آدم بن موسى الوَلَّوي، ذخيرة العقبى في شرح المجتبى، الناشر: دار المعراج الدولية للنشر، 37\20 1

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

جائیں گے بلکہ اقتدار و اختیار بھی حاصل کر لیں گے۔ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہو گی اور وہ اپنی ترقی اور برتری کا اظہار شاندار عمارتوں کی تعمیر کے ذریعے کریں گے۔

اس حدیث کی تشریح میں جلیل القدر محدثین نے مختلف جہات سے روشنی ڈالی ہے۔ بعض نے اس سے سیاسی نظام کی تبدیلی مراد لی، بعض نے اسے نچلے طبقات کے حکمران بن جانے کی علامت قرار دیا، جبکہ بعض نے اسے محض دنیاوی ترقی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا اظہار سمجھا۔ ذیل میں محدثین و شارحین کے اقوال پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ اس علامت کے مفہوم اور اس کے نتائج کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

لغوی وضاحت

امام قرطبی حدیث کے مذکورہ الفاظ کی لغوی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

الحُفَاةُ : جمعُ حافٍ ، وهو الذي لا يلبس في رِجْلَيْهِ شيئًا. "حافٍ" کی جمع ہے، یعنی وہ شخص جو اپنے پاؤں میں کچھ نہ پہنے۔

العُرَاة : جمعُ عارٍ ، وهو الذي لا يلبس على جَسَدِهِ ثوبًا. "عارٍ" کی جمع ہے، یعنی وہ شخص جو اپنے جسم پر کوئی لباس نہ پہنے۔

العَالَةُ مخفَّفةَ اللام : جمع عائل ، وهو الفقير. "عائل" کی جمع ہے، یعنی فقیر۔

الرِّعَاء : جمعُ راعٍ ، وأصلُ الرعي : الحفظ . الشاء : جمع شاة. "راع" کی جمع ہے، اور "رعی" کا اصل معنی حفاظت کرنا ہے۔ الشاء: "شاۃ" کی جمع ہے، یعنی بکری۔[12]

گویا اس سے مراد وہ فقیر اور نادار لوگ ہیں جو نہ لباس رکھتے ہوں گے، نہ جوتے، اور نہ ہی مال و دولت، بلکہ بکریاں چرانے والے سادہ مزاج لوگ ہوں گے۔

عالمی سطح پر طاقت کے مراکز کی تبدیلی

حدیث جبریل میں بیان کردہ علامات میں سے ایک یہ ہے کہ "ننگے بدن، ننگے جسم والے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنا کر ان پر فخر کریں گے۔" یہ جملہ بظاہر صحرا نشین اور مفلس افراد کے طرزِ زندگی میں غیر معمولی تبدیلی کی طرف اشارہ کرتا ہے، لیکن اگر اس کی گہرائی میں جائیں، تو یہ عالمی سطح پر طاقت کے مراکز کے بدلنے کی بھی خبر دیتا ہے۔ عصر حاضر میں قائم عالمی مراکز پر اگر نگاہ ڈالی جائے تو حقیقت حال واضح ہو جاتی ہے۔

امام قرطبیؒ اس تبدیلی کو یوں بیان کرتے ہیں:

> الإخبارُ عن تبدُّلِ الحال وتغيُّره ؛ بأنْ يستولي أهلُ الباديةِ الذين هذه صفاتُهُمْ على أهل الحاضرة ، ويتملَّكوا بالقهر والغلبة ، فتكثُرَ أموالُهُمْ ، وتتسعَ في خُطَامِ الدنيا آمالُهُم ، فتنصرفَ هِمَّتُهُمْ إلى تشييد المَغَانِي ، وهَدْمِ الدين وتحريفِ المعاني ، وأنَّ ذلك إذا وُجِدَ ، كان من أشراط الساعة.[13]
>
> یہ اس بات کی خبر دینا ہے کہ حالات میں بڑی تبدیلی واقع ہو گی اور ایک نیا رخ اختیار کرے گی، یعنی وہ لوگ جو صحرا نشین اور بدوی طرزِ زندگی کے حامل تھے، اقتدار حاصل کر لیں گے اور اہلِ شہر پر غالب آ جائیں گے۔ وہ زبردستی اور غلبے کے ذریعے ملک کے مالک بن جائیں گے، ان کے اموال میں بے پناہ اضافہ ہو گا اور ان کی

[12] . القرطبيُّ، أبي حَفْصٍ عُمَرَ بنِ إبراهيمَ الحافظ ، الأنصاريُّ، المُفْهِمْ ، لِمَا أَشْكَلَ مِنْ تلخيصِ كتابِ مُسْلِمْ، 65\1
[13] . القرطبيُّ، أبي حَفْصٍ عُمَرَ بنِ إبراهيمَ ، المُفْهِمْ ، 65\1

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دنیاوی خواہشات مزید بڑھ جائیں گی۔اس کے نتیجے میں، ان کی تمام تر توجہ شاندار محلات اور عمارتیں تعمیر کرنے پر مرکوز ہو جائے گی، جبکہ دین کو کمزور کرنے اور اس کے مفاہیم کو بدلنے کی کوششیں تیز ہو جائیں گی۔ جب ایسا ہو گا، تو یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہو گی۔

لیکن اس تبدیلی کے ساتھ ساتھ امام قرطبیؒ جس بڑے خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، وہ دین کی حقیقی تعلیمات کو پس پشت ڈالنے کا رجحان ہے۔یہی وہ حقیقت ہے جسے نبی کریم ﷺ نے حدیث جبریل میں قیامت کی نشانیوں میں شمار کیا۔ آج دنیا میں ہم دیکھ رہے ہیں کہ طاقت، وسائل اور اقتدار انہی طبقات کے پاس آ چکا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ دینی اقدار، عدل اور اخلاقی اصول کمزور ہوتے جا رہے ہیں، اور یہی وہ کیفیت ہے جو حدیث جبریل کی معنویت کو مزید واضح کرتی ہے۔

کمزور طبقات کی حکمرانی

حدیث جبریل میں بیان کردہ نشانی" وَأَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ "محض ظاہری معنوں میں محدود نہیں، بلکہ اس کے پیچھے ایک وسیع سماجی اور سیاسی حقیقت بھی پوشیدہ ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی لیا جا سکتا ہے کہ وہ طبقات، جو کل تک کمزور، محروم اور محتاج تھے، آج کے جدید دور میں اقتدار کے مالک بن چکے ہیں، اور اپنی دولت اور شان و شوکت کا اظہار عظیم الشان عمارتوں اور محلات کی تعمیر سے کر رہے ہیں۔

ملا علی قاریؒ اس تبدیلی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ومعناه أن أهل البادية وأشباههم من أهل الفاقة تبسط لهم الدنيا ملكا، أو ملكا فيتوطنون البلاد، ويبنون القصور المرتفعة، ويتباهون فيها،[14]

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحرا نشین اور وہ لوگ جو تنگدستی میں زندگی گزار رہے ہیں، انہیں دنیاوی وسعتیں نصیب ہوں گی، وہ شہروں میں بس جائیں گے، بلند و بالا محلات تعمیر کریں گے اور ان پر تفاخر کریں گے۔

یہ حقیقت قرآن کریم میں بھی بیان کی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ﴾[15]

بے شک ان سے پہلے لوگوں نے سازشیں کیں تو اللہ نے ان کی عمارتوں کو بنیادوں سے اکھاڑ دیا، پھر چھت ان پر اوپر سے گر پڑی۔

یہاں "بنیان" ان طاقت ور لوگوں کے نظام کے لیے آیا ہے جو ظاہری طور پر مضبوط نظر آتے تھے، مگر اللہ نے ان کی طاقت کی بنیادیں ہی گرا دیں۔ قیامت کی نشانیوں میں یہ پہلو نمایاں ہو گا کہ جو لوگ کل تک کمزور تھے، وہ اقتدار اور مال و دولت کے مالک بن جائیں گے، لیکن ان کی طاقت کی یہ عمارت بھی کمزور بنیادوں پر کھڑی ہو گی اور اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اسے زمین بوس کر دے گا۔

یہ حقیقت ہمارے دور میں پوری طرح نمایاں ہو چکی ہے۔ کئی ایسے طبقات اور اقوام، جو کبھی پسماندہ اور کمزور سمجھے جاتے تھے، آج عالمی معیشت اور سیاست میں کلیدی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کے پاس بے پناہ دولت اور وسائل جمع

[14] ۔ القاری، ملا علي بن (سلطان) محمد، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، 1\50.
[15] .النحل: 26

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ہو چکے ہیں، اور وہ دنیا کے بلند ترین عمارتیں تعمیر کرکے اپنی ترقی کا اظہار کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ ترقی محض مادی عروج ہے، یا اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی اور دینی اقدار کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے؟

ملا علی قاریؒ کے بیان کردہ نکتے کی روشنی میں دیکھا جائے، تو یہ تبدیلی قیامت کی ان نشانیوں میں سے ایک ہے، جن کی پیشگوئی نبی کریم ﷺ نے فرمائی تھی۔ دنیا میں معاشی طاقت اور اقتدار کے توازن میں جو بڑی تبدیلیاں آئی ہیں، وہ حدیث جبریل کی سچائی کو مزید نمایاں کر دیتی ہیں۔

معاشی عدم توازن

حدیث جبریل میں بیان کردہ علامت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ کر رہ جائے گی، اور اس دولت کے اظہار کے لیے عالیشان عمارتیں تعمیر کی جائیں گی۔

دنیا میں معاشی عدم توازن آج اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ دولت چند ہاتھوں میں سمٹ چکی ہے، جبکہ اکثریت غربت اور استحصال کا شکار ہے۔ جو طبقات کبھی محروم اور بے سہارا تھے، وہ آج سرمایہ داری کے نظام کے ذریعے بے پناہ دولت اور اختیار حاصل کر چکے ہیں۔ مگر اس دولت کی تقسیم منصفانہ نہیں بلکہ غیر متوازن اور استحصالی ہے، جس کے نتیجے میں ایک طرف غربت میں اضافہ ہو رہا ہے، اور دوسری طرف مادی ترقی کے مظاہر محض فخر و تفاخر کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

ابو الحسن مبارکپوریؒ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> (يتطاولون في البنيان) أي يتفاضلون في ارتفاعه وكثرته ويتفاخرون في حسنه وزينته، وهو مفعول ثانٍ إن جعلت الرؤية فعل البصيرة، أو حال إن جعلتها فعل الباصرة .[16]
>
> "(يتطاولون في البنيان)" یعنی عمارتوں کی بلندی اور کثرت میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں گے اور ان کی خوبصورتی و آرائش پر فخر کریں گے۔ اگر "رؤیت" کو بصیرت (دانشمندی) کے معنی میں لیا جائے تو یہ جملہ مفعولِ ثانی ہو گا، اور اگر اسے بصارت (آنکھ سے دیکھنے) کے معنی میں لیا جائے تو یہ حال کے طور پر آئے گا۔

مبارکپوریؒ مزید لکھتے ہیں:

> "والمراد أن أسافل الناس يصيرون رؤساءهم، وتكثر أموالهم حتى يتباهون بطول البنيان وزخرفته وإتقانه. یعنی کم حیثیت رکھنے والے لوگ حکمرانی حاصل کر لیں گے، ان کے پاس بے پناہ دولت جمع ہو جائے گی، اور وہ عمارتوں کی بلندی، ان کی زیب و زینت اور شاندار تعمیرات پر فخر کرنے لگیں گے۔

یہی وہ صورتحال ہے جو آج کے استحصالی سرمایہ دارانہ نظام میں دیکھی جا سکتی ہے، جہاں طاقتور اور دولت مند افراد اپنی شان و شوکت کے اظہار کے لیے عظیم الشان محلات، فلک بوس عمارتیں اور وسیع الشان منصوبے بنا رہے ہیں، مگر عام آدمی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے۔ دنیا میں امیر اور غریب کے درمیان فرق اتنا بڑھ چکا ہے کہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کسی بھی وقت شدید معاشرتی خلفشار کو جنم دے سکتی ہے۔

[16] . المباركفوري، أبو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام ، مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، 1\41.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یہ تمام عوامل اس حقیقت کی نشان دہی کرتے ہیں کہ حدیث جبریل میں بیان کردہ پیشگوئی محض ماضی کے کسی خاص طبقے تک محدود نہیں بلکہ عصرِ حاضر میں مکمل طور پر ظاہر ہو چکی ہے۔ دنیا کی موجودہ معاشی صورت حال، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، اور تعمیرات پر حد سے زیادہ فخر اسی حدیث کی سچائی کو آشکار کر رہے ہیں۔

معاشرتی انتشار

اگرچہ بظاہر یہ علامت تعمیرات اور مادی ترقی سے متعلق معلوم ہوتی ہے، لیکن اس کے اندر ایک وسیع سماجی اور سیاسی مفہوم بھی پنہاں ہے۔ اس حدیث کو صرف ظاہری معنی میں محدود رکھنا درست نہیں، بلکہ اس میں ایک گہری تعبیر بھی موجود ہے، جو عصرِ حاضر کی سیاسی اور معاشرتی صورتحال پر صادق آتی ہے۔

موجودہ دنیا میں اقتدار اور قیادت کا نظام انتشار کا شکار ہو چکا ہے۔ ایسے لوگ اقتدار کے ایوانوں میں پہنچ چکے ہیں جو اس کے اہل نہیں، اور جو اہل ہیں وہ بے بسی کا شکار ہیں۔ سیاست اور حکومت ایسے افراد کے ہاتھ میں آ گئی ہے جو نہ تو قیادت کے اصولوں سے واقف ہیں اور نہ ہی ان میں عوام کی حقیقی خدمت کا شعور موجود ہے۔

ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

> فهو إشارة إلى تغلب الأراذل، وتذلل الأشراف، وتولي الرئاسة من لا يستحقها، وتعاطي السياسة من لا يستحسنها، كما أن قوله: أن تلد الأمة ربتها إشارة إلى عكس ذلك، وقيل: كلاهما إشارة إلى اتساع دين الإسلام فيتناسب المتعاطفان في الكلام، ولعل تخصيصهما لجلالة خطبهما، ونباهة شأنهما، وقرب وقوعهما.[17]
>
> یہ اس بات کی علامت ہے کہ کم حیثیت رکھنے والے لوگ اقتدار حاصل کر لیں گے، شریف اور معزز افراد مغلوب ہو جائیں گے، قیادت ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آ جائے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے، اور سیاست ایسے افراد کریں گے جو اس کے آداب سے ناواقف ہوں گے۔ جس طرح حدیث کے دوسرے حصے "اَن تلد الأَمۃ ربتھا" (لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی) میں بھی اسی طرح کے انقلاب کی طرف اشارہ ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ دونوں علامتیں اسلام کے پھیلاؤ کی طرف اشارہ کرتی ہیں، اور اس لیے ایک ہی گفتگو میں ان کا ذکر آیا ہے۔ ممکن ہے کہ ان کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہو کہ ان کے اثرات بہت وسیع اور اہم ہوں گے، ان کا مقام و مرتبہ بلند ہو گا اور ان کے وقوع پذیر ہونے کا وقت قریب ہو گا۔

یہی کچھ ہم آج کے دور میں دیکھ رہے ہیں کہ اہل دانش، دیانت دار اور باصلاحیت افراد کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، جبکہ اقتدار کی کرسی پر وہ لوگ براجمان ہیں جو صرف طاقت، دولت اور عیاری کے بل بوتے پر حکومت کر رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سماجی توازن بگڑ چکا ہے، نااہل حکمرانوں کی وجہ سے بدامنی، ناانصافی اور کرپشن عروج پر پہنچ چکی ہے۔

مزید برآں، ملا علی قاریؒ اس حدیث کے دوسرے حصے "ان تلد الامة ربتها" (لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی) کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ یہ بھی اسی طرح کے انقلاب کی طرف اشارہ ہے، جہاں سماجی اقدار اور روایات میں بنیادی تبدیلیاں رونما ہوں گی۔ وہ لکھتے ہیں:

[17] . القاری، ملا علي بن (سلطان) محمد، مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، 1\50.

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

ويحتمل أن تكون الأولى إيماء إلى كثرة الظلم والفسق والجهل وبلوغها مبلغ العليا، والثانية إلى غلبة محبة الدنيا، ونسيان منازل العقبى

یعنی پہلی علامت (کمزوروں کا اقتدار) ظلم، فسق اور جہالت کے عروج کی طرف اشارہ کرتی ہے، جبکہ دوسری علامت دنیا کی محبت کے غلبے اور آخرت کو بھلا دینے کی نشاندہی کرتی ہے۔

یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ اقتدار پر ایسے طبقات قابض ہو چکے ہیں جو دین و اخلاقیات سے نابلد ہیں، اور جن کا مقصد صرف دنیاوی مال و دولت جمع کرنا اور طاقت کے ذریعے اپنی اجارہ داری قائم رکھنا ہے۔ اسی کے نتیجے میں دنیا میں ظلم و فساد بڑھ چکا ہے، جبکہ دینی اور اخلاقی اقدار پس پشت چلی گئی ہیں۔

بنیان کے معانی اور اطلاقات

اس حدیث میں بنیان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے لغوی معنی پر غور کرنے سے حدیث کے معانی کو سمجھنا مزید آسان ہو جاتا ہے۔ عربی لغت میں اس کا معنیٰ دیوار، عمارت، چھت وغیرہ. قرآن مجید میں لفظ بنیان مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ان معانی کی روشنی میں ہم حدیثِ جبریل میں مذکور اس علامت کو مزید بہتر انداز سے سمجھ سکتے ہیں۔

بنیان بطور مادی تعمیرات

حدیثِ جبریل میں قیامت کی ایک نشانی یہ بیان کی گئی کہ "ننگے بدن والے، ننگے پاؤں والے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔" اکثر محدثین نے اس سے مراد بلند و بالا عالیشان عمارتیں مراد لی ہیں۔ محمد بن صالح العثیمین نے اس حدیث کی شرح درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

أي يتطاولون في البنيان أيهم أعلى، ويتطاولون في البنيان أيهم أحسن، وهم في الأول فقراء لا يجدون شيئاً، لكن تغير الحال بسرعة مما يدل على قرب الساعة.[18]

یعنی وہ عمارتوں کی بلندی میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے کہ کون زیادہ بلند بناتا ہے، اور خوبصورتی میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے کہ کس کی عمارت زیادہ حسین ہے۔ حالانکہ ابتدا میں وہ مفلس اور تہی دست ہوں گے، لیکن ان کے حالات تیزی سے بدل جائیں گے، جو قیامت کے قریب ہونے کی علامت ہے۔

یہاں اس بات کو سمجھنا بھی ضروری ہے کی اسلام مادی ترقی یا جدید تعمیرات کے خلاف نہیں۔ حدیث جبریل ہمیں ترقی سے روکنے کے لیے نہیں بلکہ ہمیں یہ سمجھانے کے لیے ہے کہ ترقی کا رجحان کیسا ہو گا اور اس کے ساتھ کون سی منفی تبدیلیاں آئیں گی۔ عمارتون کے بنانے میں ممانعت نمود و نمائش اور غرور و تکبر کی وجہ سے ہے کہ عمارتیں ان رذائل کا سبب بن جائیں گی۔ یہ پیشگوئی آج کے دور میں پوری ہوتی دکھائی دیتی ہے، جہاں دنیا کے مختلف خطوں میں غیر معمولی مادی ترقی دیکھنے کو مل رہی ہے۔ خاص طور پر خلیجی ممالک جیسے دبئی، سعودی عرب اور قطر میں فلک بوس عمارتوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے، جہاں برج خلیفہ، جدہ ٹاور اور دیگر بلند و بالا عمارتیں جدید تعمیراتی مہارت کا نمونہ سمجھی جاتی ہیں۔ چین، سنگاپور اور امریکہ جیسے ممالک میں بھی جدید تعمیراتی شاہکار کھڑے کیے جا رہے ہیں، جنہیں ترقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ پاکستان میں بھی بحریہ ٹاؤن، آئیکون ٹاور اور لاہور کے جدید اسمارٹ سٹی منصوبے

[18] . العثيمين، محمد بن صالح بن (المتوفى: 1421ه)، شرح الأربعين النووية، الناشر: دار الثريا للنشر، ص 55

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اس دوڑ میں شامل ہو چکے ہیں۔ تاہم، قرآن مجید میں ان عمارتوں کی حقیقت یوں بیان کی گئی ہے: "أَيَبْنُونَ بِكُلِّ رِيعٍ آيَةً تَعْبَثُونَ وَتَتَّخِذُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُونَ"[19] یعنی "کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشانی بناتے ہو صرف کھیل تماشے کے لیے؟ اور بڑے بڑے محلات بناتے ہو گویا تمہیں ہمیشہ رہنا ہے؟" یہ آیت واضح کرتی ہے کہ محض بلند عمارتیں کھڑی کر لینا اصل ترقی نہیں بلکہ یہ فخر اور تکبر کی علامت بن سکتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جدید دنیا میں مادی ترقی کے باوجود انسانی اقدار زوال پذیر ہو رہی ہیں، اور معاشرتی ناہمواری میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جہاں ایک طرف چند افراد شیشے کی بلند و بالا عمارتوں میں بیٹھے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے ہیں، وہیں دوسری طرف ننگے بدن، ننگے پاؤں لوگ اب بھی غربت اور بے بسی کی زندگی گزار رہے ہیں۔ یہی وہ منظر نامہ ہے جس کی طرف حدیثِ جبریل میں اشارہ کیا گیا تھا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب وہ لوگ جو کبھی بے سر و سامان تھے، بے انتہا مادی ترقی کر کے غرور و تکبر میں مبتلا ہو جائیں گے اور ان کا سب سے بڑا فخر ان کی تعمیرات ہوں گی، جبکہ حقیقت میں یہ کھوکھلی ترقی ہے جس کی بنیاد محض دنیاوی ظاہریت پر ہے۔

بنیان بطور نظریاتی و فکری عمارت

حدیثِ جبریل میں جہاں قیامت کی نشانیوں میں یہ ذکر آیا کہ ننگے بدن والے بلند عمارتیں بنا کر فخر کریں گے، وہاں اس کا اطلاق محض مادی تعمیرات تک محدود نہیں، بلکہ نظریاتی و فکری سطح پر بھی ہوتا ہے۔ قرآنِ مجید میں "بنیان" کو صرف ظاہری عمارت کے لیے نہیں، بلکہ ایک نظریاتی و فکری مضبوطی کے لیے بھی استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ" [20]

"بے شک اللہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُس کی راہ میں صف بستہ ہو کر اس طرح لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ مضبوط فکری و نظریاتی بنیادیں رکھنے والے افراد ایک منظم اور متحد عمارت کی مانند ہوتے ہیں، جسے گرانا آسان نہیں ہوتا۔ جس طرح اسلامی نظام، وحی، شریعت، اور روحانی اقدار پر مبنی ایک مضبوط فکری عمارت صدیوں سے باقی ہے، اسی طرح آج کے دور میں باطل نظریات کو بھی ایک "بنیان مرصوص" بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں الحاد، سیکولرزم، لبرلزم، فیمینزم، سوشلزم، کمیونزم، استشراق، نیو ایتھزم جیسے نظریات کو ایک مضبوط بنیاد فراہم کی جا رہی ہے۔ جدید یونیورسٹیوں، سوشل میڈیا، تعلیمی نصاب، بین الاقوامی قوانین، انسانی حقوق کے نام پر چلنے والی تحریکوں اور میڈیا کے ذریعے ان نظریات کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ ماضی میں یہ نظریات ننگے بدن والے، ننگے پاؤں افراد کی طرح تھے، یعنی بالکل بے حیثیت اور کمزور تھے، لیکن وقت کے ساتھ یہ قوت پکڑ گئے۔ یونیورسٹیاں ان کے مراکز بنیں، میڈیا نے ان کے پیغام کو پھیلایا، اور آج ان کے حاملین اس پر فخر کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی فکری و نظریاتی عمارت کو مضبوط بنا لیا ہے۔ مختلف مراکز انہوں نے قائم کر لیے ہیں جن کا مقصد اسلامی تعلیمات کا استہزا ہے، اسی حقیقت کو قرآن نے منافقین کی مسجد ضرار کے ذریعے بیان کیا ہے، جو بظاہر عبادت کے لیے تھی لیکن درحقیقت ایک باطل نظریے کی نمائندہ تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَن تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ﴾[21]

[19] . الشعراء: 128-129
[20] . الصف: 4
[21] . التوبہ: 110

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

وہ عمارت جو انہوں نے بنائی، ہمیشہ ان کے دلوں میں شک و نفاق کی جڑ بنی رہے گی، یہاں تک کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ یہ آیت منافقین کی مسجد ضرار کے بارے میں ہے، جسے بظاہر عبادت کے لیے بنایا گیا تھا، لیکن درحقیقت وہ باطل نظریے اور فکری انحراف کی علامت تھی۔ اسی طرح، حدیثِ جبرائیل میں ذکر کردہ عمارتیں محض مادی ترقی نہیں بلکہ فکری و نظریاتی تبدیلی کا اشارہ بھی ہو سکتی ہیں، جہاں دنیاوی ترقی کو ہی معیار سمجھا جائے گا اور دین کی اصل روح نظر انداز کر دی جائے گی۔

لیکن ان کی یہ نظریاتی عمارت حقیقت میں کھوکھلی ہے، کیونکہ یہ وحی کی بنیاد پر نہیں، بلکہ انسانی عقل اور خواہشات پر قائم ہے۔ قرآن مجید نے ایسی عمارت کی حقیقت کو یوں بیان کیا:

"أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ" [22]

"تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت اللہ کے تقویٰ اور اس کی رضا پر رکھی، بہتر ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت ایسے گڑھے کے کنارے پر رکھی جو گرنے والا تھا، تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا؟"

یہ تمام باطل نظریات بظاہر ایک منظم عمارت کی طرح پیش کیے جا رہے ہیں، لیکن ان کی حقیقت محض سراب ہے۔ ان کی بنیاد کھوکھلی ہے، اور جیسے جیسے وقت گزرے گا، ان نظریات کی کمزوریاں ظاہر ہوں گی۔ الحاد اور سیکولرزم کے نتیجے میں مغربی دنیا میں خاندانی نظام بکھر رہا ہے، ذہنی سکون ختم ہو چکا ہے، اخلاقی اقدار تباہ ہو رہی ہیں، اور روحانی خلا شدید تر ہوتا جا رہا ہے۔ یہ نظریات بظاہر ترقی کی علامت سمجھے جا رہے ہیں، لیکن ان کا انجام صرف زوال اور بربادی ہے، کیونکہ قرآن کا واضح اعلان ہے کہ حق ہی باقی رہنے والا ہے، اور باطل کو فنا ہو جانا ہے۔

بنیان بطور تکبر، غرور اور فخر کی علامت

دنیا کی مادی ترقی بعض اوقات فخر، غرور اور تکبر کی علامت بن جاتی ہے، جیسا کہ قرآن میں نمرود کے ظلم کے تناظر میں عمارت (بنیان) کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے:

﴿قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ﴾

وہ کہنے لگے: اس کے لیے ایک بڑی عمارت بناؤ، پھر اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ [23]

یہاں بنیان ایک ایسی عمارت تھی جو ظلم، تکبر اور اپنی طاقت کے اظہار کے لیے بنائی گئی۔ یہی حقیقت قیامت کی نشانیوں میں بھی بیان کی گئی، جہاں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "ننگے بدن، ننگے پاؤں والے بکریاں چرانے والے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔" آج دنیا میں جس تیزی سے آسمان کو چھوتی عمارتیں تعمیر ہو رہی ہیں، وہ نہ صرف جدید ترقی کا مظہر ہیں بلکہ انسانی تکبر اور تفاخر کی بھی علامت بن چکی ہیں۔ یہ محض ضرورت کے تحت نہیں بلکہ دوسروں پر برتری جتانے اور اپنی شان و شوکت دکھانے کے لیے بنائی جا رہی ہیں۔ یہ عمل نمرود کے اس طرزِ عمل سے مشابہ ہے، جہاں مادی ترقی کا استعمال اللہ کے احکام سے روگردانی اور دنیاوی برتری کے اظہار کے لیے کیا گیا۔

بنیان بطور ناپائیداری اور زوال کی نشانی

[22] . التوبة: 109
[23] . الصافات: 97

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

دنیامیں جو بھی عمارت کھڑی کی جاتی ہے، وہ بالآخر زوال پذیر ہوتی ہے، اور یہی حقیقت قرآن میں "اصحابِ کہف" کے واقعے میں ایک یادگار (بنیان) کے ذکر سے بھی واضح ہوتی ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا﴾[24]

اور اسی طرح ہم نے (لوگوں کو) ان (اصحاب کہف) پر مطلع کر دیا تاکہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں۔ تو وہ آپس میں ان کے معاملے میں جھگڑنے لگے، پھر کہنے لگے: ان پر ایک عمارت (بنیان) بنادو، ان کا رب ہی ان (کے حال) کو بہتر جانتا ہے۔

یہاں بنیان محض ایک یادگار کے طور پر تعمیر ہوا، جو وقت کے ساتھ صرف ایک عبرت بن کر رہ گیا۔ یہی حقیقت قیامت کی نشانی میں بیان کردہ ان بلند و بالا عمارتوں پر بھی منطبق ہوتی ہے، جو آج تفاخر کے لیے تعمیر کی جارہی ہیں، لیکن ایک وقت آئے گا جب یہ محض کھنڈرات یا تاریخ کا حصہ رہ جائیں گی۔ انسان جس مادی ترقی پر فخر کر رہا ہے، وہ اصل میں عارضی ہے، اور وقت کے ساتھ اس کا زوال مقدر ہے۔

حدیثِ جبریل کی روشنی جدید چیلنجز کا حل

حدیث جبریل میں قیامت کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں، ان میں دو بطورِ خاص توجہ طلب ہیں :ایک وہ جو سماجی تبدیلیوں اور اخلاقی زوال کی نشاندہی کرتی ہے، اور دوسری وہ جو دنیا میں بے پناہ مادی ترقی اور جدید تعمیر و ترقی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ دونوں نشانیاں عملی صورت میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ایک طرف خاندانی اور معاشرتی اقدار بکھر رہی ہیں، اور دوسری طرف دنیا حیرت انگیز معاشی و تکنیکی ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ ایسے میں مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان تغیرات کو سمجھیں اور ان کے مقابلے کے لیے درست حکمتِ عملی اختیار کریں۔ کیا ہمارا طرزِ عمل محض تماشائی کا ہونا چاہیے، یا ہمیں حدیث جبریل کی روشنی میں ان چیلنجز کا مؤثر حل تلاش کرنا ہوگا؟ اسی رہنمائی کی بنیاد پر ہم ذیل میں چند اہم پہلوؤں کا جائزہ لیں گے، جو مسلمانوں کے لیے ایک عملی راہ متعین کرتے ہیں۔

اسلامی مراکز اور قیادت کی تعمیر

حدیثِ جبریل ہمیں بتاتی ہے کہ ایک مکمل اسلامی نظام کی بنیاد تین اصولوں پر ہے :ایمان، اسلام، اور احسان۔ ان تینوں عناصر کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ایسے اسلامی مراکز اور ادارے تعمیر کرنے کی ضرورت ہے جو جدید دور کے چیلنجز کا فکری اور عملی طور پر مقابلہ کر سکیں۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ مراکز الحاد، سیکولرزم، فیمینزم اور دیگر فکری حملوں کا بھرپور علمی و تحقیقی جواب دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، تاکہ عقیدے کی پختگی اور اسلامی شناخت کو برقرار رکھا جا سکے۔ اسلام عملی قوت کا نام ہے، اس لیے ان اداروں کو صرف فکری سطح تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ مسلمانوں کو عملی میدان میں بھی قیادت کے لیے تیار کرنا چاہیے، جیسا کہ اسلام فرد اور معاشرے دونوں کی تعمیر پر زور دیتا ہے۔ یہ مراکز سائنسی، تکنیکی، تعلیمی اور اقتصادی ترقی کے ایسے ماڈلز پیش کریں جو امت کو خود کفیل بنا سکیں۔

[24] . الکہف: 21

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

احسان کا مطلب حسن و زیبائی ہے، یعنی ہمارے اسلامی مراکز نہ صرف علمی اور عملی لحاظ سے مضبوط ہوں بلکہ ان کی فکر، طرزِ عمل اور خدمات میں جمالیاتی پہلو بھی جھلکے، تاکہ یہ ترقی روحانی، اخلاقی اور تہذیبی وقار کے ساتھ ہو۔ ہمیں ایسے ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے جو جدید دنیا کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات اور اخلاقی اقدار کا بھی مکمل احاطہ کریں، تاکہ امت مسلمہ فکری، عملی اور تہذیبی ہر لحاظ سے ایک مثالی قیادت فراہم کر سکے۔

عالمی معیشت میں مسلمانوں کا مؤثر کردار

حدیثِ جبریل میں قیامت کی نشانیوں کے ضمن میں یہ خبر دی گئی ہے کہ" تم دیکھو گے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، مفلس بکریاں چرانے والے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں ایک دوسرے سے مقابلہ کریں گے۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آخری دور میں دنیا میں بلند و بالا عمارتیں اور جدید انفراسٹرکچر تعمیر ہوں گے، تاہم اس میں جو چیز ناپسندیدہ قرار دی گئی ہے وہ تکبر اور فخر ہے، نہ کہ ترقی اور تعمیرات۔ اس لیے مسلمانوں کو بھی جدید انفراسٹرکچر اور عالمی معیار کے ترقیاتی منصوبوں میں پیچھے نہیں رہنا چاہیے، بلکہ اعتدال، وقار اور اسلامی اصولوں کے مطابق ان میں بھرپور شرکت کرنی چاہیے۔

آج کی دنیا میں تعمیراتی ترقی ہی کسی قوم کی معاشی اور تکنیکی ترقی کا ایک بڑا مظہر سمجھی جاتی ہے۔ اگر غیر مسلم ممالک جدید شہروں، فلک بوس عمارتوں، ایئرپورٹس، سمارٹ سٹیز، اور صنعتی زونز میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں، تو مسلمانوں کو بھی اس میدان میں آگے بڑھنا چاہیے تاکہ وہ معاشی، تجارتی اور صنعتی طور پر ایک مضبوط امت بن سکیں۔ دبئی کی ترقی، قطر اور ترکی کی جدید تعمیرات، اور گوادر پورٹ جیسے منصوبے اس بات کا ثبوت ہیں کہ مسلمان اگر عزم کر لیں تو عالمی معیار کی ترقی حاصل کر سکتے ہیں۔

تاہم، اس ترقی کو خالصتاً دنیاوی فخر اور مادہ پرستی کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے، بلکہ اس کا مقصد امت کی فلاح، معاشی استحکام، اور اسلامی تہذیب و تمدن کا فروغ ہونا چاہیے۔ جدید دنیا میں مسلمانوں کو نہ صرف صنعتی ترقی، تجارت، اور مالیاتی نظام میں قائدانہ کردار ادا کرنا ہوگا، بلکہ سائنس، ٹیکنالوجی، صحت، تعلیم، اور جدید انفراسٹرکچر کے میدان میں بھی اپنی جگہ بنانی ہوگی۔ اگر مسلمان دانشمندی، حکمت اور اسلامی اصولوں کے مطابق ترقی کریں، تو وہ نہ صرف عالمی معیشت میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں، بلکہ دیگر اقوام بھی ان کے عدل و انصاف پر مبنی ترقیاتی ماڈل کی طرف متوجہ ہوں گی۔ یہی وہ طرزِ عمل ہے جو حدیثِ جبرائیل کی روشنی میں ہمیں اختیار کرنا چاہیے، تاکہ ہم دنیا میں ترقی کے ساتھ وقار اور اعتدال بھی برقرار رکھ سکیں۔

معاشی عدل اور دولت کی منصفانہ تقسیم

حدیث جبریل میں مذکور قیامت کی نشانیوں میں یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ دولت چند ہاتھوں میں محدود ہو جائے گی، اور بعض لوگ اپنی معاشی برتری پر فخر اور تکبر کریں گے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کا بیشتر سرمایہ چند سرمایہ داروں کے پاس سمٹ چکا ہے، جبکہ عام آدمی مہنگائی، بے روزگاری اور بدحالی کا شکار ہے۔ اس غیر متوازن نظام کے سدباب کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی معیشت کے اصولوں کو عملی شکل دی جائے، تاکہ دولت کی منصفانہ تقسیم ممکن ہو۔ سودی

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 1, No. 4 (2024)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

نظام، جو معاشی ناہمواری اور استحصال کی جڑ ہے، اس کا خاتمہ کر کے اسلامی بینکاری کو فروغ دینا ہو گا، جہاں شراکت، مضاربہ، اجارہ، بیع سلم اور استصناع جیسے اصول موجود ہیں جو ایک عادلانہ اقتصادی ڈھانچے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔ دولت کی گردش کو محدود طبقے تک رکھنے کے بجائے اسے عام آدمی تک پہنچانے کے لیے زکوٰۃ، صدقات اور وقف جیسے اسلامی معاشی نظام کے پہلوؤں کو مضبوط کرنا ہو گا۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر یہ ضروری ہے کہ جنہیں اللہ نے دولت دی ہے، وہ تکبر اور غرور سے بچتے ہوئے خدمتِ خلق کو اپنی معاشی پالیسی کا حصہ بنائیں۔ فلاحی ادارے، تعلیمی وظائف، بےروزگاروں کے لیے مواقع، اور عام آدمی کو کاروباری سرمایہ فراہم کرنے جیسے اقدامات کیے جائیں، تاکہ حقیقی معنوں میں ایک ایسا متوازن اور عادلانہ معیشتی نظام وجود میں آئے، جو ہر فرد کو اس کا حق دے اور اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے میں مساوات کو یقینی بنائے۔

سماجی تغیرات کا سامنا اور اسلامی اقدار کا احیاء

حدیث جبریل میں جہاں ایمان، اسلام اور احسان کی بنیادی تعلیم دی گئی، وہیں قیامت کی نشانیوں میں سماجی تغیرات کی بھی خبر دی گئی ہے، جو عصرِ حاضر میں شدت سے محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ خاندانی نظام کا بگاڑ، والدین اور اولاد کے درمیان دوریاں، معاشرتی بے حسی، فکری انتشار، اور اخلاقی زوال وہ چیلنجز ہیں جن کا سامنا آج مسلم معاشروں کو ہے۔ حدیث میں یہ واضح کیا گیا کہ زمانہ ایسا آئے گا جب اقدار بدل جائیں گی، عزت اور احترام کے پیمانے مادی کامیابیوں سے مشروط ہو جائیں گے، اور لوگ دین کو صرف ایک رسمی معاملہ بنالیں گے۔ ان تغیرات کے مقابلے میں اسلامی معاشرت کے احیاء کے لیے ضروری ہے کہ خاندانی نظام کو مضبوط کیا جائے، والدین اور اولاد کے درمیان محبت اور ادب کا رشتہ بحال کیا جائے، اور معاشرتی ہم آہنگی کے لیے اسلامی اصولوں کو فروغ دیا جائے۔ جدید میڈیا، تعلیمی ادارے، اور ثقافتی پلیٹ فارمز ایسے ہونے چاہییں جو اسلامی اخلاقیات اور فکری استحکام کو مضبوط کریں، تاکہ مغربی نظریات کی اندھی تقلید سے بچا جاسکے۔ دین کو صرف عبادات تک محدود کرنے کے بجائے زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کیا جائے، تاکہ مسلم نوجوان نظریاتی اور فکری حملوں کا مؤثر جواب دے سکیں اور اسلام کی روحانی و عملی خوبصورتی کو اپنائیں۔ سماجی ناانصافی، بے حیائی، اور مفاد پرستی کے سدِّباب کے لیے عدل، احسان اور تقویٰ پر مبنی معاشرتی ڈھانچہ قائم کرنا ہو گا، تاکہ اسلامی معاشرے ان تغیرات سے محفوظ رہیں اور ایک بار پھر وقار، اعتدال اور روحانی استحکام کے ساتھ دنیا میں نمایاں مقام حاصل کریں۔

خلاصہ کلام

☆ حدیث جبرائیل اسلامی تعلیمات کا جامع خلاصہ ہے جو قیامت کی نشانیوں اور سماجی تغیرات پر روشنی ڈالتی ہے۔

☆ اس حدیث میں ایمان، اسلام اور احسان کے اصولوں کے ساتھ قیامت کی نشانیوں کو بھی واضح کیا گیا ہے۔

☆ قیامت کی علامت لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی خاندانی نظام کے بگاڑ اور اخلاقی انحطاط کی نشاندہی کرتی ہے۔

☆ اس علامت میں والدین کی نافرمانی، خاندانی انتشار اور فحاشی وبدکاری کے فروغ کی طرف اشارہ ہے۔

☆ دوسری علامت، "ننگے بدن والے بڑی بڑی عمارتیں بنائیں گے"، عالمی معاشی و سماجی عدم توازن کو ظاہر کرتی ہے۔

☆ اس علامت میں طاقت کے مراکز کی تبدیلی، کمزور طبقات کی حکمرانی اور معاشی ناہمواری کی تصویر پیش کی گئی ہے۔

☆ "بنیان" کا مطلب صرف مادی عمارتیں نہیں، بلکہ فکری و نظریاتی تعمیرات اور تکبر و ناپائیداری کی علامت بھی ہے۔

☆ حدیث جبریل جدید دور کے چیلنجز کا حل بھی فراہم کرتی ہے، جو اسلامی نظام کی مضبوطی اور توازن پر مبنی ہے۔

☆ مسلمانوں کو اسلامی مراکز اور قیادت کی تعمیر کرتے ہوئے ترقی کو اعتدال اور وقار کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے۔

☆ عالمی معیشت میں مسلمانوں کو موثر کردار ادا کرتے ہوئے نئی منڈیوں کی تلاش اور معاشی خود مختاری پر توجہ دینی چاہیے۔

☆ اسلامی اصولوں کے مطابق معاشی عدل کو یقینی بناتے ہوئے دولت کی منصفانہ تقسیم اور سودی نظام کے خاتمے پر کام کرنا ہو گا۔

☆ سماجی تغیرات کا مقابلہ کرنے کے لیے اسلامی اقدار کا احیاء ضروری ہے تاکہ اخلاقی زوال اور خاندانی نظام کی تباہی سے بچا جا سکے۔

☆ حدیث جبریل کی روشنی میں اگر مسلمانوں نے صحیح حکمت عملی اپنائی تو وہ نہ صرف چیلنجز کا مقابلہ کر سکتے ہیں بلکہ دنیا میں ایک مؤثر اور باوقار مقام بھی حاصل کر سکتے ہیں۔

کتابیات

* ابن رجب، زين الدين عبد الرحمن بن أحمد البغدادى الحنبلى. فتح البارى شرح صحيح البخارى. المدينه النبويه: مكتبة الغرباء الأثرية، 1995.
* العسقلانى، أحمد بن على بن حجر أبو الفضل الشافعى. فتح البارى شرح صحيح البخارى. بيروت: دار المعرفة، 2000.
* العينى، أبو محمد محمود بن أحمد الحنفى بدر الدين. عمدة القارى شرح صحيح البخارى. بيروت: دار إحياء التراث العربى، 1998.
* النيسابورى، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيرى. الصحيح. بيروت: دار إحياء التراث العربى، 2005.
* السندى، محمد بن عبد الهادى التتوى. حاشية السندى على سنن ابن ماجه. بيروت: دار الجيل، 1997.
* المباركفورى، أبو الحسن عبيد الله بن محمد عبد السلام الرحمانى. مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح. بنارس: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء الجامعة السلفيه، 2003.
* الخطابى، أبو سليمان حمد بن محمد بن إبراهيم البستى. معالم السنن. حلب: المطبعة العلمية، 1987.
* القارى، ملا على بن (سلطان) محمد أبو الحسن نور الدين. مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح. بيروت: دار الفكر، 1995.
* الإثيوبى، محمد بن على بن آدم بن موسى الولّوى. ذخيرة العقبى فى شرح المجتبى. رياض: دار المعراج الدولية للنشر، 2010.
* القرطبى، أبو حفص عمر بن إبراهيم الحافظ الأنصارى. المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم. قاہرہ: دار الكتب المصريه، 2001.